اُستاذُ العلماء ــــ مولانا محمد چراغ کی یاد میں

جناب پروفیسر محمد اسلم اعوان

(۲)

مولانا محمد چراغ کا اصلی کارنامہ مولانا کے صاف ذہن اور انصاف پسند ہونے کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ جب انہیں مولانا مودودیؒ اور جماعتِ اسلامی کے بارے میں شرحِ صدر ہو گیا تو تمام مسلکانہ تعصبات اور اپنے طبقہ کے علماء کرام کی بے پناہ مخالفتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انہوں نے اپنا علم و عمل تن من دھن کے ساتھ تحریکِ اسلامی کی معاونت کے لیے اقامتِ دین کی راہ میں لگا دیا ـــ تحریکِ خلافت، کشمیر چھوڑ دو، احرار وغیرہ کی ہنگامی اور وقتی تحریکوں میں سرگرمِ عمل رہنے کے باوجود جب یہ حقیقت کُھل کر سامنے آ گئی کہ اقامتِ دین اور حکومت و معاشرہ کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے مستقل بنیادوں پر کام کرنے والی اگر کوئی جماعت ہے تو وہ جماعتِ اسلامی ہے تو پھر اُنہوں نے بڑے بڑے جبہ و دستار رکھنے والے، گروہی مسلکانہ تعصبات کے علمبردار سکہ بند "اسماء گرامی" کے "اقوال و ملفوظات" کو نہیں، بلکہ ایک سچے حق پرست اور جراٴت مند عالمِ دین کی طرح حق بات کو ترجیح دی۔ چنانچہ آپ نے زبانی گفتگوؤں، مکاتیب اور علماء کی مجالس میں خطابات کے دوران اکابر دیوبند قاری محمد طیب، مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا احمد علی جیسے علماء کے سامنے علمی میزان کی روشنی میں اس حقیقت کو واضح طور پر بیان کیا کہ آپ مولانا مودودیؒ اور جماعتِ اسلامی کی مخالفت کر کے زیادتی کر رہے ہیں۔ چنانچہ

ایسی ہی ایک محفل میں جو مدرسہ الاصلاح چنیوٹ میں علمائے کرام کے اجتماع میں جہاں آپ کو جماعتِ اسلامی پر اعتراضات کا جواب دینے کے لیے مدعو کیا گیا تھا، حاضرین میں سے ایک عالمِ دین نے بے ساختہ انداز میں آپ سے پوچھ ہی لیا کہ مولانا! آپ مولانا مودودیؒ کے دفاع کے پیچھے اتنا کیوں پڑے ہوئے ہیں۔ اور اس کام میں کیوں اپنے آپ کو ہلکان کیے جا رہے ہیں؟ تو آپ نے جواب میں بے ساختہ فرمایا۔ "مودودی اسلام کا خادم ہے، اور مظلوم ہے"۔ چنانچہ آپ کے عالمانہ دلائل، صاف گوئی اور دل سے نکلی ہوئی ان باتوں کا نتیجہ تھا کہ علمائے کرام کی ایک کثیر تعداد کے اذہان جماعتِ اسلامی اور مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کے بارے میں اشکال اور غلط فہمیوں سے صاف ہوگئے۔ لاتعداد علمائے کرام کو انھوں نے اس بات پر یکسو ہونے میں عملی رہنمائی فرمائی کہ عہدِ حاضر میں عصری تقاضوں کے مطابق اقامتِ دین کا کام صرف جماعتِ اسلامی کر رہی ہے۔
اسی سوزِ دروں کے پیشِ نظر جب آپ نے دیکھا کہ علمائے کرام کی اکثریت غلط فہمیوں کی بنا پر فروعی مسائل میں اُلجھ کر اپنی قوتوں کا ضیاع کر رہی ہے تو ۱۹۶۳ء میں، مولانا گلزار احمد مظاہری کے ساتھ مل کر جمعیت اتحاد العلماء کی بنیاد رکھی، جس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اسلامی انسائیکلوپیڈیا (شاہکار) کا مضمون نگار لکھتا ہے:

"یہ ۱۹۶۳ء کے آخری ایام تھے۔ موسمِ سرما اپنے جوبن پر تھا۔ جب ملک کے ۷۲ منتخب علمائے کرام سٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا کے ایک مکان میں جمع ہوئے۔ ان سب حضرات کو مولانا گلزار احمد مظاہری نے اپنے یہاں جمع ہونے کی دعوت دی تھی۔ یہ وہ دَور تھا جب سابق صدرِ پاکستان محمد ایوب خاں مرحوم نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ عوام ان کی حکومت سے مطمئن نہیں۔ اور اپنے اقتدار کو مضبوط اور طویل بنانے کے لیے انھیں کچھ دوسرے ذرائع اختیار کرنا ہوں گے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے جو ذرائع اختیار کیے ان میں سے ایک ذریعہ یہ تھا کہ قوم کو آپس میں مذہبی بنیادوں پر لڑا دیا جائے اور ملکی نظم ونسق اور سیاسی مسائل پر ان کی توجہ کم سے کم ہو جائے۔ اس سلسلے میں وہ کچھ مذہبی راہنماؤں کی خدمات حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے، اور کچھ مخلص علماء جو حقائق

کے اس پس منظر سے ناواقف تھے، میدان میں اس لیے کود پڑے تھے کہ اگر مخالف گروہ کے سرگردہ لوگ ہمارے مسلک کے خلاف اس طرح کھل کر پروپیگنڈہ کرتے ہیں تو ہمیں بھی اپنا موقف اسی آن بان اور اسی انداز میں عوام کے ساتھ پیش کرنا چاہیے۔ صورتِ حال جب یہ ہو گئی تو مختلف اطراف سے ایک دوسرے پہ الزام تراشی کے طومار باندھے جانے لگے تو دردِ دل رکھنے والے علمائے کرام سے قوم کی یہ حالت دیکھی نہ گئی۔ اور کڑاکڑاتی سردی کے دنوں میں وہ سرگودھا شہر میں جمع ہوئے اور فیصلہ کیا کہ اُمت کے اس انتشار کو ختم کرنے کے لیے باقاعدہ تنظیم کے تحت کام کیا جائے۔ انفرادی کوششیں کچھ زیادہ نتیجہ خیز نہیں ہو سکتیں۔ اِس تنظیم کا نام جمعیت اتحاد العلماء رکھا گیا اور یہ نام اپنے مقاصد کی پوری پوری نشاندہی کر رہا تھا۔ امام المحدثین سید انور شاہ صاحب کاشمیری کے شاگرد رشید اور جامعہ عربیہ گوجرانوالہ کے بانی مولانا محمد چراغ صاحب اس تنظیم کے صدر، اشاعت العلوم لائل پور (حال فیصل آباد) کے شیخ الحدیث مولانا مفتی سید سیاح الدین کاکاخیل نائب صدر اور مولانا گلزار احمد مظاہری اس تنظیم کے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ (تنظیم کے صدر، نائب صدر اور ناظمِ اعلیٰ اب تینوں اپنے خالقِ حقیقی کے پاس جا چکے ہیں۔ لہٰذا ۱۹۷۶ء میں انسائیکلوپیڈیا کے لیے لکھی گئی مضمون نگار کی مندرجہ بالا سطر کو حذف کر دیا گیا ہے)۔

تنظیم کی سرپرستی کے لیے برصغیر کی عظیم اور اسم بامسمّٰی علمی شخصیت حضرت مولانا ولی اللہ صاحب (م ۱۹۷۳ء) کی خدمت میں درخواست کی گئی جو انھوں نے بخوشی قبول فرمائی۔ اس تنظیم کی سرگرمیاں ملکی حالات کے ساتھ ساتھ تیز اور سست ہوتی رہی ہیں۔ تنظیم کے ناظمِ اعلیٰ مولانا گلزار احمد مظاہری نے مشرقِ وسطیٰ کا دورہ کیا اور اتحادِ اُمت کی خاطر سعودی عرب کی نمایاں شخصیتوں کے ساتھ ملاقاتیں کیں۔ پاکستان میں تحریکِ ختمِ نبوت (۱۹۷۴ء) جب اپنے عروج پر تھی تو مولانا گلزار احمد مظاہری اس وقت بھی بیرونِ ملک تھے۔ اِس دوران وہ جہاں جہاں گئے انھوں نے وہاں کے رہنے والوں کو اِس مسئلہ سے اچھی طرح روشناس کرایا۔ اور پاکستانی عوام کے اس ضمن میں مطالبات کے لیے زبردست تائید حاصل کی۔ ۱۹۷۵ء میں جمعیت اتحاد العلماء نے نفاذِ شریعت کے لیے

ایک ملک گیر مہم کا آغاز کیا۔

جمعیت اتحاد العلماء کے قابلِ ذکر کاموں میں سے ایک کام جو بڑی اہمیت کا حامل ہے وہ علماء اکیڈمی کا قیام ہے۔ علماء کو انبیاء کا وارث قرار دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے فریضہ اقامتِ دین ایک بنیادی ذمہ داری ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے طبقہ علماء کی اکثریت اس فریضے کی اہمیت اور اس کے عملی تقاضوں سے بے تعلق ہے۔ اس وجہ سے آج ہمارے ہاں دینی رہنمائی کے سرچشمے خشک ہو چکے ہیں۔ اور طبقہ علماء اپنے اندرونی اختلافات اور فروعی مسائل میں اُلجھ رہا ہے۔ اور اُمت کی رہنمائی کے منصب سے یکسر بے خبر ہے۔ جمعہ کے اجتماعات ایک رسم بن کر رہ گئے ہیں۔ اور لوگ وہاں سے فکرِ تازہ اور پیش آمدہ حالات پہ تبصرہ اور کوئی رہنمائی حاصل کرنے کے بجائے پُرانے قصّے اور دُور از کار داستانیں سُن کے اُٹھ آتے ہیں۔ ان حالات میں ضرورت ہے کہ علماء و ائمہ کا ایک ایسا گروہ تیار کیا جائے جو دین کی حقیقی رُوح سے آشنا ہو، اپنی ذمہ داریاں سمجھتا ہو۔ اُمت کے حالات و معاملات پہ اس کی نظر ہو۔ اور وہ اپنے سامعین اور مقتدی حضرات کو کوئی فکر اور جذبہ دے سکے۔ ایسے گروہ کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ آج دنیا بھر میں مساجد کی تعداد لاکھوں ہے، لیکن ان میں سے بہت کم ایسی مساجد ہیں جن کو مرکزِ اسلام کی حیثیت حاصل ہے۔ مکہ مکرمہ کی "پیغام مسجد کانفرنس" میں بھی اس ضرورت کا احساس کیا گیا اور مساجد کو مراکز اسلام میں تبدیل کرنے کی عملی تدابیر طے کی گئیں۔ انھی مقاصد کے حصول کے لیے ایک عرصہ سے اہلِ فکر و نظر کے حلقہ میں تجاویز و مشورے ہو رہے تھے۔ چنانچہ جمعیت اتحاد العلماء کے اصحابِ علم و فضل نے اسے عملی شکل دے دی ہے اور علماء اکیڈمی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے جس میں باقاعدہ کلاسز کا اجرا ہو چکا ہے۔ علماء اکیڈمی نہ صرف علماء حق کا گروہ تیار کرے گی، بلکہ مساجد کے ذریعے اسلامی انقلاب لانے کی ایک تجربہ گاہ بھی ثابت ہو گی۔

علماء اکیڈمی ان مقاصد کو بروئے کار لائے گی جو درج ذیل ہیں:

— ایسے علماء اور ائمہ حضرات تیار کرنا جو فریضہ اقامتِ دین کا مکمل شعور رکھتے ہوں۔

— معاشرے میں حکیمانہ انداز میں اصلاح کا کام کر سکیں۔
— دورِ حاضر کے مسائل میں اسلام کو بہ حیثیت ایک رہنما قوت کے پیش کر سکیں۔
— اتنا علم رکھتے ہوں کہ عالمی تحریکات (عیسائیت، یہودیت، سرمایہ داری، سوشلزم کے علاوہ قادیانیت جیسے فتنوں کا مقابلہ علمی استدلال سے کر سکیں۔
— قیامِ پاکستان کے محرکات سے بخوبی آگاہ ہوں۔
— اختلافی مسائل میں اُمت کو اُلجھانے کے بجائے اُسے قرآن و سنت کی روشنی فراہم کریں۔
— اپنی مساجد یا دینی مراکز میں تحریکِ اسلامی کے بھرپور کارکن ہوں۔
— قرأت و تجوید کے اعلیٰ معیار پر پورا اُتر سکیں۔
چنانچہ اِن مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اکیڈمی میں تین شعبے قائم کیے گئے ہیں۔
۱— شعبۂ تربیت ائمہ و خطباء۔
۲— شعبۂ حفظ و قرأت۔
۳— شعبۂ تحقیق۔
یہ علماء اکیڈمی لاہور سے تقریباً چھ میل دُور ملتان روڈ پر مرکزِ جماعتِ اسلامی منصورہ لاہور کے سامنے ایک قطعۂ اراضی اور ایک عمارت خرید کر اس میں قائم کی گئی ہے..... الخ۔

یہ مولانا محمد چراغ ہی کی شخصیت تھی کہ جس نے اکابرِ دیوبند کے بھاری بھرکم ناموں اور شخصیات سے مرعوب ہونے کے بجائے، علمائے کرام میں کُھل کر مولانا مودودی کے حقانی مسلک اور جماعتِ اسلامی کے موقف کی دل و جان سے تبلیغ و اشاعت کی ــــ کیونکہ وہ اپنے شیخ انور شاہ کاشمیری کا یہ نکتہ پا گئے تھے کہ فقہی موشگافیوں میں پڑ کر ساری زندگی لڑنا اور ڈٹے رہنا عمرِ عزیز ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ اسی لیے مولانا محمد چراغ نے کسی مسلکانہ تعصب کے بغیر مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر کے طلبا کے لیے

(باقی بر صفحہ ۵۶)

(بقیہ مولانا محمد چراغ کی یادیں)

اپنے مدرسے کے دروازے ہمیشہ وا کیے رکھے۔ چنانچہ ان کے تلامذہ میں اگر ایک طرف مولانا محمد عبداللہ امیر جمعیت اہلِ حدیث پاکستان کا نام نظر آتا ہے تو دوسری جانب اثنا عشری مکتبِ فکر کے مشہور رہنما مفتی جعفر حسین مجتہد بھی مولانا کے شاگردوں میں سے ہیں ــــ فقہی بُعد الطرفین رکھنے والے طلبہ کو بھی اپنے مدرسہ جامعہ عربیہ میں مہر و محبت کی فضا میں تعلیم سے آراستہ کرنا ہی بیسویں صدی میں مولانا کی سب سے بڑی کرامت ہے اختلافِ مسلک رکھنے کے باوجود تمام طلبا کو انھوں نے انتہائی شفقت و فراخ دلی کے ساتھ علم و عرفان سے سیراب کیا۔

(باقی)